معاصر فقہی ادب اور انسانی اعضاء کی پیوند کاری

(فقہاء برصغیر کی اجتہادی کاوشوں کا جائزہ)

ڈاکٹر حافظ عبدالباسط خان*

میڈیکل سائنسز میں عصری تحقیقات کی وجہ سے انسانی اعضاء کی پیوند کاری (transplantation) آج ممکن ہو چکی ہے۔ آنکھوں کی پتلی اور ہڈیوں کی پیوند کاری انیسویں صدی کے اخیر نصف میں شروع ہوئی، اور اس میں مزید تحقیقات بیسویں صدی کے آغاز میں الیکس کیرل کے ہاتھوں سامنے آنا شروع ہوئی۔ اعضاء کی پیوند کاری میں اس وقت انقلاب آیا جب ۱۹۶۰ء میں اعضاء کو مسترد کیے جانے سے محفوظ رکھنے والی ادویات (Immunosuppressive Drugs) بازار میں دستیاب ہونے لگیں(۱)۔ چنانچہ دور جدید میں پیوند کاری کی مختلف اقسام پر تحقیق جاری ہے:

۱۔ ایلوٹرانسپلانٹ: (Allo-Transplant)

ایک طرح کے جانور مثلاً بندر سے بندر میں، یا ایک انسان سے دوسرے انسان میں۔ اعضاء کا انتقال اگر ایک انسان سے دوسرے انسان میں ہو تو اسے ہوموٹرانسپلانٹ (Homo-transplant) بھی کہتے ہیں۔

۲۔ ہیٹروٹرانسپلانٹ: (Hetero-transplant)

ایک نسل سے دوسری نسل میں اعضاء کی منتقلی مثلاً کتے کا دل بندر میں منتقل کرنا

۳۔ آٹوٹرانسپلانٹ: (Auto-transplant)

ایک شخص کا عضو اسی شخص کے جسم میں لگا دینا۔

۴۔ زینوٹرانسپلانٹ (Xeno-transplant)

کسی حیوان کا عضو انسان میں لگانا (۲)۔

اسکے مقابل قدیم اسلامی فقہی ادب میں پیوند کاری کی مندرجہ ذیل اقسام کا ذکر ملتا ہے۔

*لیکچرر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

ا۔غیر حیوانی اجزاء سے پیوند کاری:

اس کے استعمال میں کوئی اختلاف نہیں۔حضرت عرفجہؓ کی ناک جاہلیت کی ایک لڑائی میں یوم الکلاب میں کٹ گئی تھی، انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی تھی، جس میں بو پڑ گئی، حضور اقدس ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دے دی تھی (۳)۔

۲۔مذبوح جانور اور انسانی اعضاء کی پیوند کاری:

فقہاء کرام کا مؤقف ہے کہ ہڈی سے علاج کرنا جائز ہے، جبکہ ہڈی بکری، اونٹ، گھوڑے یا دوسرے جانوروں کی ہو (۴)۔نیز یہ بھی تصریح کی ہے کہ اگر انسان کا دانت ٹوٹ جائے تو وہ مذبوحہ بکری کا دانت لگوا سکتا ہے (۵)۔

۳۔غیر مذبوحہ حیوان اور انسانی اعضاء کی پیوند کاری:

اضطراری حالت میں خنزیر اور انسان کے سوا باقی تمام غیر مذبوحہ جانوروں کے اجزاء کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔البتہ عصر حاضر کے اکثر فقہاء نے حالت اضطرار میں خنزیر کے اجزاء کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے (۶)۔

۴۔ایک انسان کے اعضاء کی اسی کے جسم میں پیوند کاری:

اس مسئلہ میں طرفین (امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ) اور امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے۔

طرفین کہتے ہیں کہ جسم سے علیحدہ ہو جانے والا جزء اب صرف دفن کرنے کا مستحق ہے اور اسے دوبارہ استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔جبکہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اپنے ہی علیحدہ ہو جانے والے جزء کے استعمال میں کوئی ممانعت نہیں لہٰذا وہ جائز ہے (۷)۔

۵۔ایک انسان کے اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری:

یہی مسئلہ درحقیقت "پیوند کاری" کے عنوان سے زیر بحث ہے، اور آج علمی دنیا میں جو کچھ اختلاف ہے وہ اسی کے جواز و عدم جواز میں ہے (۸)۔قبل اس کے کہ اس مسئلے میں علمائے برصغیر کی اجتہادی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اقسام بیان کر دی جائیں۔

ا۔زندہ شخص کا عطیہ: (Living Donor Transplant)

یعنی ایسا شخص جو بقائم ہوش وحواس اپنی مرضی سے اپنے جسم کا کوئی عضو عطیہ کر دے، اور وہ دوسرے شخص کے جسم میں پیوند کر دیا جائے۔اس کی دو اقسام ہیں:

(ا)۔ خونی رشتہ دار کا عطیہ مثلاً بہن، بھائی، ماں، باپ اور اولاد وغیرہ کی طرف سے عطیہ۔

(ب)۔ غیر خونی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کی طرف سے، مثلاً بیوی، دوست، پڑوسی جو کسی قیمت کے عوض دیں۔

۲۔ کسی زندہ شخص کا اپنا عضو (گردہ) بیچنا:

جدید میڈیکل سائنسز میں ہونے والی آج تک کی تحقیقات کی روشنی میں گردہ کے علاوہ دیگر انسانی اعضاء عطیہ نہیں کیے جاسکتے۔چونکہ عموماً باقی اعضاء زندگی میں عطیہ نہیں دیئے جاسکتے اس لیے یہاں گردہ ہی کا ذکر ہوتا ہے۔

۳۔ مُردہ شخص کا عطیہ:

اس کی بھی دو اقسام ہیں:

(ا)۔ ایسے شخص کی طرف سے عطیہ جو دماغی طور پر مردہ ہے، مگر دل دھڑک رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دل کی حرکت ہو جانے کے ۱۲ سے ۲۴ گھنٹے تک مکمل وفات پاتے ہیں اس دوران میں دماغی موت کی مکمل تشخیص ہو چکی ہوتی ہے، تو دل کی دھڑکن بند ہونے سے قبل (یعنی دوران خون رکنے سے پہلے) ان کے اعضاء کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(ب)۔ ایسے شخص کی طرف سے عطیہ جس کا دل دھڑکنا بند ہو چکا ہو، ایسی حالت میں عموماً اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں، تاہم کوشش کے بعد ۵۰ فیصد تک قابل ہو سکتے ہیں (۹)۔

پیوند کئے جانے والے اعضاء کی اقسام:

ا۔ وہ عضو جو جسم میں ایک ہے اور اسکے بغیر زندگی ناممکن ہے، یا وہ زندگی میں عطیہ نہیں ہو سکتے، مثلاً دل۔

۲۔ وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، مگر زندگی میں انکا عطیہ دینا ممکن نہیں، مثلاً آنکھیں۔

۳۔ وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، اور زندگی میں ان کا عطیہ دینا ممکن ہے، مثلاً گردہ۔

وہ اعضاء جو منتقل ہو سکتے ہیں:

ا۔قرنیہ ۲۔دل ۳۔پھیپھڑے ۴۔جگر ۵۔لبلبہ ۶۔گردہ ۷۔انتڑی ۸۔رحم ۹۔بیض (۱۰)۔

مانعین کا موقف:

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے میں دو آراء ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری ناجائز ہے، خواہ پیوند ہونے والا عضو زندہ کا ہو یا مردہ کا، حالت اضطرار ہو یا نہ ہو۔ یہ جمہور علمائے برصغیر کی رائے ہے (۱۱)۔ قبل ازیں کہ ان حضرات کے دلائل ذکر کیے جائیں مناسب ہے کہ ان مقدمات کا ذکر کر دیا جائے جن پر ان حضرات کے دلائل کی بنیاد ہے۔

مانعین کے دلائل کے مقدمات:

ا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے، وہ بلاشبہ انسانیت کے لئے مضر ہیں، چاہے ان کا ضرر انسان کے فہم میں آئے یا نہ آئے، نیز یہ ضرر کبھی انسانی جسم سے متعلق ہوتا ہے کبھی روح انسانی سے اور کبھی دونوں سے متعلق ہوتا ہے۔

۲۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ومعزز بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (۱۲)

''اور ہم نے انسان کو عزت دی ہے۔''

۳۔ شریعت اسلامیہ نے معالجات کے بارے میں بہت سی سہولیات دی ہیں اور مریض کے لئے بہت سی آسانیاں پیدا فرمائی ہیں، چنانچہ مریض کے لئے عبادت میں تخفیف اور محرمات تک سے علاج اس کی ایک مثال ہے۔

۴۔ فقہاء نے انسان کو درپیش آنے والے مسائل کو پانچ درجات میں تقسیم کیا ہے۔

الف۔ ضرورت

''ضرورت'' وہ درجہ ہے کہ جس میں انسان اس حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر وہ ممنوعہ چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا، اسی کو اضطراری حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وہ درجہ ہے جس میں مُردار کا کھانا، خون کا پینا وغیرہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔

ب۔ حاجت

یعنی وہ درجہ جس میں ممنوعہ چیز کو استعمال نہ کر کے ہلاکت نہ ہوگی، مگر مشقت اور تکلیف شدید ہوگی، اس حالت میں انسان کو بہت سی سہولیات شریعت کی طرف سے حاصل ہو جاتی ہیں، مگر قرآن کی حرام کردہ اشیاء حلال نہیں ہوتیں۔

ج۔ منفعت

وہ درجہ جس میں کسی چیز کے استعمال کرنے سے فائدہ تو ہوگا، مگر استعمال نہ کرنے سے نقصان نہ ہوگا، یعنی سخت تکلیف یا ہلاکت کا خطرہ نہیں۔ اس حالت میں نہ تو کوئی ''حرام'' حلال ہوتا ہے، اور نہ ہی عمومی شرعی رخصتیں ملتی ہیں۔

د۔ زینت

وہ درجہ ہے جس میں مثلاً بدن کو کسی خاص چیز کے استعمال سے کوئی خاص تقویت بھی نہیں ملتی بس محض تفریح ہے۔ اس درجہ میں تو بطریق اولیٰ کوئی حرام حلال نہیں ہوگا۔

ر۔ فضول

یہ درجہ زینت سے بھی آگے کا ہے جس میں محض ہوس ہوتی ہے۔ اس درجہ میں احکام شرعیہ میں کوئی رعایت تو در کنار خود اس کی مخالفت کی گئی ہے (۱۳)۔

حالت اضطرار میں کسی حرام چیز کے استعمال کرنے کی تین شرائط ہیں:

۱۔ آدمی کی حالت واقعتاً ایسی ہو کہ حرام چیز کے استعمال نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو۔

۲۔ یہ خطرہ محض وہمی نہ ہو بلکہ معتمدہ معالج کی رائے پر ہو اور علاج اس معالج کی نظر میں کسی حلال چیز سے ممکن نہ ہو۔

۳۔ اس حرام چیز سے شفاء بھی معتمد معالج کی رائے میں عام عادت کے موافق یقینی ہو۔ اگر یہ تین شرائط متحقق ہو جائیں تو اس موقع پر اس خاص شخص کے لئے بمقدار ضرورت حرام چیز حلال ہو جاتی ہے۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی حالت میں خون اور پیشاب کا پینا اور مردار کا کھانا جائز ہو جائے گا (۱۴)۔

اب ان مقدمات کے بعد ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جو علی الاطلاق انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔

مانعین کے دلائل:

ا۔ سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ انسان کو خدائے پاک نے اپنے جسم و اعضاء کا مالک نہیں بنایا اور اس کے پیچھے بھی انسانی عزت و تکریم کی حکمت پوشیدہ ہے۔ اگر انسان کو اسکے اعضاء کا مالک بنایا جاتا تو ممکن ہے کہ کسی زمانے میں (جیسا کہ آج کل مشاہدہ ہے) وہ اپنے اعضاء کو فروخت کرنا شروع کر دیتا یا عام لوگ اس کی وفات کے بعد یہ کام شروع کر دیتے۔

اس امر کی دلیل کہ وہ خود اپنے اعضاء کا مالک نہیں، مندرجہ ذیل امور ہیں۔

الف۔ اسلام میں خودکشی حرام ہے:

اس کی بھی یہی دلیل بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جان کا مالک نہیں ہے۔ رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

"من قتل نفسه بشيء في الدنيا عذب به يوم القيامة" (۱۵)

"جس شخص نے دنیا میں اپنے کو جس چیز سے قتل کیا اسی چیز سے اسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔"

ب۔ عضو کا بگاڑنا حرام:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت طفیل بن عمروؓ کے ہمراہ انکی قوم کے ایک فرد نے رسول ﷺ کے پاس مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں اس شخص کو موسم موافق نہ آیا اور وہ بیمار ہو گیا اور بیماری سے اس قدر تنگ آ گیا کہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو کاٹ ڈالا، اس کی انگلیوں سے خون رستا رہا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ حضرت طفیلؓ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ ہوا، اس نے کہا "رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے باعث میری مغفرت ہو گئی" پوچھا کہ تو نے اپنے ہاتھ کو کیوں ڈھانپ رکھا ہے، اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس عضو کو تم نے اپنے ہاتھ سے بگاڑ لیا ہم اسکی اصلاح نہیں کریں گے۔ رسول ﷺ نے خواب سنا تو فرمایا: اے اللہ اس کے ہاتھ کی بھی مغفرت کر دیجئے (۱۶)۔

ج۔ انسانی اعضاء کا استعمال ممنوع:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے کسی انسان کے بال لگانے اور لگوانے والی دونوں پر

لعنت فرمائی ہے(۱۷)۔

د۔ مثلہ حرام ہے۔:

ظاہر ہے کہ میت کے گردے وغیرہ نکالنے میں مثلہ ہوگا(۱۸)۔ اب دیکھا جائے تو پیوندکاری میں

۱۔ جسمانی ہیئت بگڑ جاتی ہے۔

۲۔ مثلہ ہوتا ہے کیونکہ اسکا عضو نکالا جاتا ہے۔

۳۔ میت کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ مانعین مُردہ کے اعضاء سے پیوندکاری کو جائز نہیں سمجھتے تو زندہ آدمی کے جسم سے عضو نکالنے کو وہ کیسے جائز قرار دے سکتے ہیں۔

و۔ وہ فقہی جزئیات جن میں صراحتہً یا اشارتہً پیوندکاری کی ممانعت ہوئی ہے۔ مثلاً

"الا نتفاع باجزاء الادمی لم یجز قیل للنجاسۃوقیل للکرامۃوھوالصحیح کذافی جوھر الاخلاطی" (۱۹)

"آدمی کے اجزاء بدن سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کی علت انسان کے اجزاء کا منفصل حالت میں نجس ہونا ہے۔ یا یہ کہ ان کا احترام ملحوظ ہے، اور یہی رائے کہ احترام ملحوظ ہے، درست ہے جیسا کہ جوھر الاخلاطی نامی کتاب میں ہے۔"

"واذا کان برجل جراھۃیکرہ المعالجۃبعظم الخنزیر والانسان لا نہ یحرم الانتفاع بہ کذافی الکبری"(۲۰)

جب کسی انسان کے زخم ہو تو انسان اور خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا درست نہیں اسلئے کہ ان سے انتفاع حرام ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"وان رقع عظمہ بعظم میتۃاوذکی لایؤکل لحمہ اوعظم انسان فھو کالمیتۃ فعلیہ قلعہ واعادۃ کل صلاۃ صلاھا وھوعلیہ فان لم یقلعہ جبرہ السلطان علی قلعہ" (۲۱)

''اگر کسی شخص نے اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈی میں مردار، غیر مأ کول اللحم مذبوح جانور یا انسان کی ہڈی سے پیوند لگایا تو وہ مردار کی طرح ہے اس پر اس ہڈی کا نکالنا واجب ہے اور جتنی نمازیں اس ہڈی سمیت پڑھی ہیں انکی قضاء لازم ہے اور اگر وہ اس ہڈی کو اپنے جسم میں سے نہیں نکالتا تو بادشاہ اس پر جبر کرے گا۔''

اسی طرح کی متعدد متقدمین ومتاخرین فقہا کی آراء اس بارے میں نقل کی جاتی ہیں (۲۲)۔

۳۔ انکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پیوندکاری کی اجازت دے دینے سے لاشوں کے اعضاء نکالنے شروع کردئے جائیں گے جس سے جسم انسانی کی فروخت شروع ہو جائے گی، جو انسانیت کی تذلیل اور تحقیر ہے (۲۳)۔

د ۔جیسا کہ پیچھے گزرا، انسانی عضو جسم سے جدا ہونے کے ساتھ ہی نجس ہو جاتا ہے۔اس لئے پیوندکاری کی صورت میں ایک ناپاک عضو ہمیشہ جسم میں رہے گا (۲۴)۔

قبل اس کے کہ ان کے دلائل کی اہمیت اور ان کا ناقدانہ جائزہ پیش کیا جائے بہتر ہے کہ ان لوگوں کی رائے اور دلائل ذکر کردیے جائیں جو پیوندکاری کو جائز قرار دیتے ہیں۔

مجوزین کا موٴقف:

اس گروہ میں پاک وہند کے کئی علماء اور فقہ اکیڈمیز کے اراکین شامل ہیں ۔پیوندکاری کے مجوزین میں سے بعض تو صرف زندہ بقائم ہوش وحواس انسان کے اعضاء کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ بعض اس ضمن میں اپنے اعضاء کے استعمال کی وصیت کرکے مرنے والے کے اعضاء کی پیوندکاری کو بھی جائز سمجھتے ہیں (۲۵)۔

مجوزین کے دلائل:

جو حضرات پیوندکاری کو جائز کہتے ہیں ان کے دلائل دو طرح کے ہیں۔

اوّل:۔ وہ دلائل جن سے صرف مردہ کے اعضاء سے پیوندکاری کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

دوم:۔ وہ دلائل جن سے زندہ اور مردہ دونوں کے اعضاء سے پیوندکاری کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

وہ دلائل جن سے مردہ اور زندہ دونوں کے اعضاء سے پیوند کاری کی اجازت مفہوم ہوتی ہے۔اس بارے میں مجوزین کے پاس صرف ایک دلیل ہے اور وہ ہے مصالح مرسلہ اور قواعد فقہیہ، یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ عرف اور حالت اضطرار کے بارے میں فقہاء کے ذکر کردہ قواعد اور جزئیات (۲۶)۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر محظورات یعنی ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں، فقہ کا قاعدہ ہے''الضرورات تبیح المحظورات''۔نیز''المشقة تجلب التيسير''بھی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے، یعنی مشقت ہمیشہ آسانی لاتی ہے جہاں مشقت ہوگی وہاں شریعت آسانی پیدا کردے گی (۲۷)۔

مصلحت اور ضرورت کے تحت احکام میں تبدیلی کیلئے یہ حضرات متقدم و متاخر فقہا کی مندرجہ ذیل آراء بھی بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں (۲۸)۔

۱۔ اگر حاملہ عورت مرجائے اور ظن غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں موجود بچہ زندہ ہے تو اسے نکالنے کے لئے ماں کا پیٹ چاک کرنا جائز ہوگا (۲۹)۔

۲۔ایک شخص نے دوسرے کا موتی نگل لیا اور اسکی موت واقع ہوگئی تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے موتی نکالا جائے گا (۳۰)۔

۳۔جنگ میں اگر کافر مسلمان قیدیوں کو ڈھال بنالیں تا کہ مسلمان حملہ نہ کرسکیں تو اگر مزاحمت نہ کرنے کی صورت میں کافروں کی فتح اور فتح کے بعد مسلمانوں کا قتل اور قید و بند یقینی ہو تو مسلمان فوج کو ایک بڑی تعداد کی خاطر ان ڈھال بننے والے چند مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہوگا (۳۱)۔

۴۔ فقہاء نے اگرچہ مضطر کے لئے مردہ انسان کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے اور زندہ انسان کا گوشت کھانا جائز قرار نہیں دیا ہے تاہم اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں جسم انسانی کی قطع و برید سے ضرر شدید کا اندیشہ تھا اور پیوند کاری میں زندہ انسان کو اس کا خطرہ نہیں ہوتا (۳۲)۔

پیوند کاری کیلئے صرف میت کے اعضاء لینے کی دلیل:

ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل فقہی جزئیہ ہے:

”وان كان مباح الدم كالحربی والمرتد فذكر القاضی ان للمضطر قتله واكله لان قتله مباح وهكذاقال اصحاب الشافعی لانه لا حرمة له فهو بمنزلة السباع وان وجده ميتا ابيح اكله لان اكله مباح بعد قتله فكذلک بعد موته وان وجد معصوماميتا لم يبح اكله فی قول اصحابنا وقال الشافعی وبعض الحنفية يباح وهواولی لان حرمة الحی اعظم“(۳۳)

مضطر یعنی جو حالت اضطرار میں ہو وہ اگر کسی حربی یا مرتد کو پائے جس کو قتل کرنا جائز ہے، تو قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ مضطر کو اجازت ہے کہ وہ اسکو قتل کر دے اور اس کا گوشت کھالے کیونکہ اس کا قتل پہلے سے جائز ہے، یہی قول امام شافعی کے دیگر اصحاب کا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حربی یا مرتد کو حرمت حاصل نہیں ہے، اور وہ شریعت کی نظر میں چوپائے کی مانند ہے، اگر مضطر حربی یا مرتد کے مردہ جسم کو پائے تو اس کا گوشت کھاسکتا ہے کیونکہ وہ تو اسکو قتل کر کے کھاسکتا تھا تو اسطرح اسکی موت کے بعد بھی اس کو کھاسکتا ہے۔

اور اگر مضطر کسی ایسی لاش کو پائے جسکو قتل کرنا حرام ہو تو فقہاءِ احناف کے نزدیک مضطر کیلئے اسکا گوشت کھانا جائز نہیں، جبکہ امام شافعیؒ اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اسکا گوشت کھانا بھی جائز ہے، اور یہی قول اولیٰ ہے کیونکہ زندہ مضطر کا احترام مردہ سے زیادہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف ایک صورت فقہاء کے ہاں ناجائز ہے اور وہ ہے کسی ناحق مسلمان کو یا اور کسی معصوم الدم مثلاً ذمی کو ناحق قتل کرنا اسکے علاوہ مضطر کیلئے تمام صورتیں جائز ہیں۔

فقہاء اس سے کچھ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جب مضطر کیلئے میت کو کھانا بلکہ حربی زندہ کو قتل کر کے کھالینا جائز ہے، تو مردہ کے جسم سے کسی عضو کو نکال کر ضرورت کو پورا کر لینا بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے کیونکہ پیوند کاری از قسم تداوی و معالجہ ہے اور معالجہ میں محرمات کا استعمال بھی جائز ہے، اسی لئے انسانی خون کا استعمال جائز قرار دیا گیا ہے (۳۴)۔

فریقین نے اپنے اپنے دلائل بڑے پر زور طریقے سے پیش کیے ہیں، بلکہ مزید یہ کہ ایک دوسرے کے دلائل کے جوابات بھی تحریر کیے ہیں۔ ان جوابات کو بھی درج ذیل سطور میں ذکر کیا جاتا ہے۔

مانعین کی طرف سے مجوزین کے دلائل کے جوابات:

ا۔ مصلحت اور عرف کونسا معتبر ہے؟

مجوزین نے مصلحت اور عرف کو بنیاد بنایا تھا۔اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ مصلحت کے تحقق اور رعایت کیلئے اصولیین نے تین شرائط ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

الف۔ مصلحت حقیقی ہونی چاہئے نہ کہ وہمی اور ظنی کہ واقعی اس سے کسی نفع کا حصول یا نقصان کا دفعیہ ہوتا ہو۔

ب۔ اس مصلحت کا نص یا اجماع سے ثابت شدہ کسی حکم سے ٹکراؤ نہیں ہونا چاہئے۔

ج۔ مصلحت عام ہونی چاہیے کہ جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو فائدہ پہنچے (۳۵)۔

اسی طرح عرف کیلئے فقہاء نے شرط رکھی ہے کہ وہ عرف عام ہونا چاہئے نہ کہ عرف مشترک۔

الف) عرف عام وہ ہوتا ہے کہ اس تعامل کے مخالف کوئی دوسرا تعامل اس کثرت سے رواج پذیر نہ ہو۔ اور یہاں دو گروہ ہیں ایک شد و مد سے پیوندکاری پر عامل ہے اور دوسرا گروہ اس سے گریز کرتا ہے۔

ب) جس عرف میں مفاسد ہوں وہ عرف قابل قبول نہیں، اور پیوندکاری کے باب میں بہت سے مفاسد ہیں مثلاً انسانی اعضاء کی اہانت اور خرید و فروخت وغیرہ (۳۶)۔

ج) اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو پیوندکاری کے جواز پر عرف عام کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ عرف کی تعریف یہ ہے کہ

> "کسی امر میں عرف عادۃ اس وقت مغیر حکم شرعی ہوگا، جب وہ عقلی طور پر بھی نفوس میں قرار پکڑے اور طبیعت سلیمہ کے حامل افراد اسے قبول کرلیں۔حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح اجماع کیلئے علماء کی شمولیت ضروری ہے اسی طرح عرف بھی اسی وقت قابل قبول ہوگا جب علماء اس پر نکیر نہ کرتے ہوں۔ جبکہ پیوندکاری کے بارے میں علماء کی اکثریت عدم جواز کی رائے رکھتی ہے" (۳۷)

مصلحت کے ذیل میں ذکر کردہ مثالوں کی توضیح:

مجوزین نے مصلحت کے جواز میں تین مثالیں پیش کی تھیں، حالانکہ تینوں میں بنیاد مصلحت نہیں بلکہ دیگر علتیں ہیں:

۱۔ مردہ حاملہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنا۔ اولاً تو حاملہ اور اسکے پیٹ کا بچہ ایک ہی چیز ہے دو چیزیں نہیں اسلئے اس پر قیاس ہی غلط ہے۔ نیز یہاں زندگی کا باقی رہنا یقینی ہے جبکہ پیوند کاری کی صورت میں زندگی کا باقی رہنا موہوم ہے (۳۸)۔

۲۔ ثانیاً یہ زندہ بچے کے حق کو پورا کرنے کے لئے ہے (۳۹)۔

۳۔ نیز یہ تولید کا ایک طریقہ ہے یا حادثہ سے نجات دلانے کی غرض سے ہے (۴۰)۔

۴۔ موتی نگلنے کی صورت میں مال کا حصول میت سے متعلقہ ایک حق تھا۔ جسکا پورا کرنا ضروری ہے، اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ میت کے ترکہ سے اس موتی کی قیمت مثل ادا نہ ہوتی ہو (۴۱)۔

۵۔ جہاں تک جنگ میں کافروں کا مسلمانوں کو ڈھال بنالینا ہے، تو جب تک محاصرہ ممکن ہو، اور کافروں کا مسلمان علاقوں پر تسلط کا خوف نہ ہو تو مسلمان فوج کیلئے ڈھال بنے ہوئے قیدی مسلمانوں کا قتل جائز نہیں (۴۲)۔

حالت اضطرار میں مردار کا کھانا، دلیل کا جواب:

مجوزین کی ایک دلیل یہ بھی تھی جو صفحات بالا میں ذکر ہوئی، اسکے بارے میں چند باتیں ذکر کی گئیں ہیں۔

۱۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مضطر کیلئے مردار کے کھانے پر پیوند کاری کو قیاس کرنا غلط ہے اسلئے کہ پیوند کاری معالجہ ہے اور معالجہ میں اور اکل میں فرق ہے۔

☆ علاج سنت ہے اکل للمضطر فرض ہے (۴۳)۔

☆ اکل (کھانے) میں شبع (پیٹ بھر جانا) متیقن ہے جبکہ معالجہ میں شفاء ظنی ہے (۴۴)۔

☆ جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ پیوند کاری از قسم معالجہ بھی نہیں ہے کیونکہ تداوی میں فقہاء نے تمام نا قابل احترام چیزیں مثلاً خون، پیشاب وغیرہ کا ذکر کیا ہے جبکہ پیوند کاری میں قابل احترام چیزیں مثلاً آنکھ، ناک، وغیرہ استعمال ہوتے ہیں (۴۵)۔

☆ اگر ایک طرف شوافع کے ہاں مضطر کیلئے لحم انسانی کے کھانے کی اجازت ہے تو دوسری طرف تداوی میں انسانی عضو کی پیوند کاری ممنوع ہے۔ نیز عضو انسانی منفصل ہو جانے کے بعد شوافع کے نزدیک نجس ہے چنانچہ عضو انسانی نجس ہوتے ہوئے پیوند کاری کی ممانعت کے باوجود اکل لحم نسانی پر قیاس کرتے ہوئے پیوند کاری کی اجازت دینا تلفیق ہے جو جائز نہیں (۴۶)۔

اگر کوئی خون اور دودھ پر قیاس کرے تو وہ بھی غلط ہے۔ اسلئے کہ

۱) خون دینا اور دودھ تغذیہ (غذا دینا ہے) اور پیوند کاری معالجہ ہے۔

۲) خون سے معالجہ کی اجازت خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد پر بند ہوتا ہے اس پر پیوند کاری کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

۳) خون کے اخراج میں کسی عضو کی قطع و برید نہیں ہوتی۔

۴) خون میں لحوق شین نہیں۔

۵) بسا اوقات خون کا اخراج ناگزیر ہوتا ہے جیسے نکسیر کی صورت میں (۴۷)۔

اور جن حضرات کے نزدیک پیوند کاری معالجہ نہیں ان کے نزدیک تو خون پر قیاس ویسے ہی غلط ہے (۴۸)۔

مانعین کے دلائل پر مجوزین کے اعتراضات:

پہلا اعتراض یہ ہے کہ پیوند کاری میں اہانت نہیں ہے، اس لیے کہ اہانت کا کوئی مستقل معیار شریعت نے مقرر نہیں کیا۔ اور جہاں شریعت نے کوئی مستقل معیار مقرر نہ کیا ہو، عرف وہاں حاکم ہوتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"قال الفقهاء ایضاً کل ماورد به الشرع مطلقاً ولا ضابط له فيه ولا فی لغة يرجع فيه الی العرف کالحرز فی السرقة" (۴۹)

فقہاء نے کہا ہے کہ جو چیز شریعت میں مطلقاً وارد ہوئی ہے اور اسکے لئے شریعت میں کوئی ضابطہ نہیں ہے تو عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا، جیسے سرقہ میں حفاظت کا مصداق۔

چنانچہ اب اہانت کا مفہوم عرف پر ہی معتبر ہوگا اور عرف اب پیوند کاری میں اہانت کا نہیں ہے بلکہ اگر مردہ وصیت کر کے جائے کہ میرے اعضاء استعمال کر لیے جائیں تو معاشرے میں اسے عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے (۵۰)۔

نیز یہ کہ محض انسانی جان کے بچاؤ کیلئے فقہاء نے قرآنی آیات تک کو خون وغیرہ سے لکھنے کا جواز فراہم کیا ہے۔

"والذی رعف فلا يرقاء دمه فارادان يكتب بدمه علی جهته شيأ من القران قال ابو بكر يجوز" (۵۱)

''جس شخص کونکسیر ہواور خون بند نہ ہوتا ہووہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کا کوئی حصہ لکھنا چاہے تو ابوبکر کہتے ہیں جائز ہے۔''

نیز فقہاء نے محض انسانی جان کی بقاء کے لئے بہت سی قابل احترام چیزوں کی اہانت برداشت کی ہے (۵۲)۔

مجوزین کہتے ہیں کہ انسانی اعضاء کے استعمال کی ممانعت جس حدیث سے معلوم ہوتی ہے اس میں انسانی بالوں کے استعمال سے محض زینت مطلوب ہے لہذا وہاں وجہ لعنتِ زینت ہے نہ کہ انسانی بالوں کا استعمال ہے لیکن اگر ایسا ہوتا تو جانوروں کے بالوں کے استعمال پر بھی پابندی ہوتی حالانکہ ایسا نہیں (۵۳)۔

نیز اسے تزئین کے ساتھ خاص کرنا تمام شارحین حدیث کی تشریحات کو نظر انداز کرنا ہے۔شارحین نے اس حدیث سے مطلقاً اعضاء انسانی کے استعمال کی ممانعت سمجھی ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے (۵۴)۔

یہ اعتراض پیوند کاری کی اجازت سے انسان قابل خرید وفروخت چیز بن جائے گا۔(۵۵) مجوزین کہتے ہیں اس خدشہ کا بلاشبہ اندیشہ ہی نہیں، بلکہ مشاہدہ ہے اسکے لئے قانون سازی کی جانی چاہیے (۵۶)۔

انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کا مسئلہ:

انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کے سلسلے میں چند امور قابل لحاظ ہیں۔

ا۔شریعت نے بعض مواقع پر انسانی جان اور انسانی اعضاء کو متقوم (قیمت والا) ٹھہرایا ہے، یہ اس وقت ہے جب انسان کو ہلاک کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو تلف کر دیا جائے۔

۲۔پورے انسانی جسم کی خرید وفروخت بھی حرام ہے۔

۳۔ انسانی بال اور دودھ یہی دو چیزیں تھیں جن سے گزشتہ زمانے میں فائدہ اٹھایا جاتا تھا،فقہاء نے ان میں سے بالوں کی خرید وفروخت کی ممانعت کی ہے،اور وجہ احترامِ آدمیّت کو ٹھہرایا ہے۔

'' وشعر الا نسان والا نتفا ع به ای لم یجز بیعه لان الادمی مکر م غیر مبتذل فلا یجوز ان یکو ن شیء من اجزا ء ٥ مها نا مبتذلا''(۵۷)

۴۔علامہ شامی نے بالوں کی طرح انسانی ناخنوں کی خرید وفروخت کو بھی ممنوع ٹھہرایا ہے (۵۸)۔

۵۔دودھ کی خرید وفروخت میں اختلاف ہے۔احناف نے احترام آدمیت کوملحوظ رکھتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔البتہ امام ابویوسفؒ نے اسے جائز رکھا ہے۔شوافع اور مالکیہ کے نزدیک بھی جائز ہے اسی طرح ابن قدامہ حنبلی،ابن مفلح اور دیگر حنابلہ بھی جواز ہی کی طرف گئے ہیں (۵۹)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحقیق یہ ہے کہ جن اشیاء سے بوجہ نجاست یا بوجہ حرمت انتفاع نہ ہو سکے اگر وہ قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔جیسے گوبر اور ریشم کے کیڑے کی فروخت جائز قرار دی گئی ہے۔نیز یہ کہ اگر کسی شئے کی خرید وفروخت اصلاً ممنوع ہو اور وہ کسی نص صریح کے خلاف نہ ہو لیکن انسانی ضرورت اور تعامل اس کے جواز کا تقاضا کرتے ہوں تو اس کی بیع جائز ہو جاتی ہے۔لہٰذا ان دو امور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانی اعضاء کی از راہ مجبوری خرید جائز ہے،فروخت جائز نہیں ہے(۶۰)۔

البتہ:

مطلقاً اضطرار وہ واحد وجہ ہے جسکی بناء پر محدود پیمانے پر چند کڑی شرائط کے ساتھ اسکی اجازت دی جاسکتی ہے چنانچہ مجو زین کو بھی ان شرائط کا پاس اور لحاظ ہے۔مجوزین میں سے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اعلامیہ درج ذیل ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اعلامیہ:

۱۔ اعضاء انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

۲۔ اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اسکا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے عضو کی اس کے جسم میں پیوند کاری نہ کی جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کر سکتا اور ماہر قابل اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت کے کوئی راستہ اسکی جان بچانے کا نہیں ہے اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اسکی جان بچ جائیگی اور متبادل عضو انسانی اس مریض کیلئے فراہم ہے تو ایسی ضرورت و مجبوری اور بے بسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کروا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کیلئے مباح ہے۔

۳۔ اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اسکے دو گردوں میں سے ایک

گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اگر اس کا خراب گردہ بدلا نہیں گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچائے۔

۴۔ اگر کسی شخص نے یہ ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوند کاری کے لئے استعمال کئے جائیں جسے عرفِ عام میں وصیت کہا جاتا ہے از روئے شرع اسے اصطلاحی طور پر وصیّت نہیں کہا جاسکتا اور ایسی وصیّت اور خواہش شرعاً قابلِ اعتبار نہیں (٦١)۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ:

اسلامی نظریاتی کونسل نے دو گواہوں اور اقرب وارث کی موجودگی میں اعضاء کے استعمال کی وصیّت کو جائز قرار دیا ہے۔ باقی تمام امور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی تجاویز سے ملتے جلتے ہیں۔ کونسل نے اسے آرڈیننس کی شکل دے کر وزارتِ صحت کو بھجوا دیا ہے، اب حکومتِ پاکستان نے اسے نافذ کر دیا ہے۔ رپوٹ میں لکھا ہے کہ کونسل نے اس آرڈیننس کی تیاری میں مجمع الفقہ الاسلامی جدہ، المجمع الفقہی مکۃ المکرّمہ، ہیئۃ کبار العلماء سعودی عرب اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلہ جات کے ساتھ ساتھ دمشق کے محقق ڈاکٹر محمد فارح کا علمی اور تحقیقی مقالہ بھی پیشِ نظر رکھا ہے (٦٢)۔

حاصلِ بحث:

کونسل نے وصیت کو جائز رکھ کر غلطی کی ہے، اس لیے کہ یہ اعضاءِ انسانی کی عمومی اہانت کا دروازہ کھولنا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مانعین میں سے پاکستان سے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد کی رائے یہ ہے کہ ایک محدود حد تک پیوند کاری کی اجازت ہے۔ مثلاً (Needle biopsy) کے ذریعے مفتی کے جگر کے کچھ خلئے لے کر مریض کے جسم میں داخل کر دیے جائیں جن میں تقسیم در تقسیم کے عمل سے اضافہ ہو جائیگا۔ اسی طرح اس عمل کے ذریعے ہڈی کا گودا (Bone marrow) حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرنا جائز ہوگا (٦٣)۔

راقم الحروف کی یہ رائے ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کا اعلامیہ زیادہ جامع اور قریب بہ شریعت ہے اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے میں وصیّت کا جواز غیر شرعی ہے اور ڈاکٹر مفتی عبدالواحد کی رائے احتیاط پر مبنی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ایم امان اللہ، ڈاکٹر، اعضاء کی پیوندکاری، ایک طبی خاکہ، مشمولہ جدید فقہی مباحث (مرتب) مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، کراچی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س۔ن، ۱۶۹/۱

۲۔ نعیم حامد، ڈاکٹر، اعضاء کی پیوندکاری، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ۱/۱۷۵؛ سعید اختر، ڈاکٹر، انسانی اعضاء کی پیوندکاری، طبی نقطہ نظر، مشمولہ سالانہ رپورٹ ۲۰۰۱ء-۲۰۰۰ء، اسلامی نظریاتی کونسل، ص ۲۳۳

۳۔ سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب من اصیب انفہ ھل یتخذ انفاً من ذھب، ۱۶۴/۸، ح ۵۱۶۲

۴۔ البحر الرائق، ۲۳۳/۸

۵۔ بدائع الصنائع، ۱۳۲/۵

۶۔ مجاہد الاسلام قاسمی، (مرتب) اہم فقہی فیصلے، کراچی ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، ۱۹۹۹ء، ص ۱۱۲

۷۔ بدائع الصنائع، ۱۳۲/۵

۸۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، کراچی دارالاشاعت، س۔ن، ص ۳۰

۹۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، طبی نقطہ نظر، ص ۲۳۳-۲۳۴

۱۰۔ ایضاً ص ۲۳۴

۱۱۔ یہ برصغیر کے اکثر علماء کی رائے ہے۔ مفتی محمد شفیع، مولانا یوسف بنوری، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سلیم اللہ خان، مفتی جمیل احمد تھانوی، مفتی عبدالستار، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا یوسف لدھیانوی، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مفتی عبدالسلام چاٹگامی، مفتی حمیداللہ جان اور مفتی عبدالواحد وغیرہ اہل علم یہی رائے رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، ص ۳۷-۳۸؛ مظفر بیگ (مرتب) روداد مجالس مولانا مودودی، لاہور، البدر پبلی کیشنز، ۱۹۷۸ء، ص ۳۱-۳۲؛ احسن الفتاویٰ، ۲۷۸/۸؛ فتاویٰ رحیمیہ، ۱۶۸/۱۰-۱۷۰؛ فتاویٰ بینات، ۳۴۶/۴؛ فقہی مضامین، ص ۳۵۹؛ آپ کے مسائل اوران کا حل، ۱۷۶/۹-۱۷۷؛ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، ص ۲۵۸؛ تفہیم المسائل، ۲۴۳/۱، مولانا گوہر رحمٰن کی اولاً رائے عدم جواز کی تھی بعد میں آپ نے جواز کا قول اختیار کیا تھا۔ جس کا ذکر مجوزین کے ذیل میں آرہا ہے۔ چاٹگامی، عبدالسلام، مفتی، انسانی اعضاء کا احترام اور طب جدید، کراچی، اسلامی کتب خانہ، ۱۴۰۷ھ، ص ۱۰۰-۱۴۰ اس کتاب میں برصغیر کے اہل افتاء کے متعدد فتاویٰ پیوندکاری کے عدم جواز کے بارے میں ذکر کیے گئے ہیں۔ حمیداللہ جان، مفتی، انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا شرعی جائزہ، المباحث الاسلامیہ، مارچ جون ۲۰۰۷ء، ص ۲۷

۱۲۔ الاسراء ۱۷:۷۰

۱۳۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا مسئلہ، ص۱۶-۱۷

۱۴۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا مسئلہ، ص۱۶-۱۷

۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ، ۱/۱۰۴-۱۰۵، حدیث نمبر۱۱۰

۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر، ۱/۱۰۸، حدیث نمبر۱۱۶

۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، ۵/۲۲۱۶، ح۵۵۸۹؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ والمستوصلۃ ۳/۱۶۷۷، حدیث نمبر۲۱۲۳

۱۸۔ ان دلائل کا ذکر ان کتب میں ہے، انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا مسئلہ ص۳۰-۳۲، ۳۷-۴۰؛ فتاویٰ رحیمیہ، ۱۰/۱۶۸-۱۷۱؛ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، ص۲۵۴-۲۶۱؛ فقہی مضامین، ۳۵۰-۳۵۳

۱۹۔ فتاویٰ عالمگیری، ۵/۳۵۴

۲۰۔ فتاویٰ عالمگیری، ۵/۳۵۴

۲۱۔ الام، ۱/۵۴

۲۲۔ احسن الفتاویٰ، ۸/۲۷۰-۲۷۲

۲۳۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا مسئلہ، ۳۲-۳۴؛ روداد مجالس مولانا مودودی، ص۳۷-۳۸

۲۴۔ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، ص۲۶۱-۲۶۲

۲۵۔ پہلی رائے اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کی ہے۔ جبکہ دوسری رائے اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا مفتی منیب الرحمٰن، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا گوہر رحمٰن (اپنی آخری حتمی رائے کے مطابق) بظاہر دوسری رائے کے حامی ہیں۔ البتہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ارا کین جناب محمد قاضی ہارون مینگل اور مولانا غلام سیالوی کو جواز کی رائے سے اتفاق نہیں۔ اہم فقہی فیصلے، ص۱۳-۱۲؛ سالانہ رپورٹ، ۲۰۰۱ء-۲۰۰۰ء، اسلامی نظریاتی کونسل، ص۱۰۱-۱۴۴، ۲۴۳؛ جدید فقہی مسائل، ۵/۵۸، تفہیم المسائل، ۳/۱۸۸-۱۸۹

۲۶۔ جدید فقہی مسائل، ۵/۴۶

۲۷۔ حوالہ مذکورہ ۲۶

۲۸۔ جدید فقہی مسائل، ۵/۵۳-۵۴

۲۹۔ البحر الرائق، ۸/۲۰۵

۳۰۔ ایضاً، ۸/۲۳۳

۳۱۔ المبسوط، ۱۰/۱۵۴، برصغیر کے مجوزین پیوند کاری میں سے کسی نے اس دلیل کا ذکر نہیں کیا تاہم مانعین میں سے مفتی عبدالواحد نے مجوزین کی طرف سے یہ دلیل ذکر کی ہے، فقہی مضامین، ص ۳۵۴

۳۲۔ جدید فقہی مسائل، ۵/۵۳

۳۳۔ المغنی، ۹/۳۳۵

۳۴۔ جدید فقہی مسائل، ۵/۵۱-۵۲؛ زبیر احمد قاسمی، مولانا، اعضاء کی پیوند کاری، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ۱/۲۱۹

۳۵۔ فقہی مضامین، ص ۳۵۵-۳۵۶

۳۶۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا شرعی جائزہ، ص ۲۴

۳۷۔ امداد الفتاویٰ، ۳/۳۲

۳۸۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا شرعی جائزہ، ص ۲۳

۳۹۔ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، ص ۲۵۹

۴۰۔ مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی کی رائے، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ۱/۲۳۱؛ فقہی مضامین، ص ۳۵۸

۴۱۔ احسن الفتاویٰ، ۸/۲۷۵

۴۲۔ فقہی مضامین، ص ۳۵۸

۴۳۔ محولہ بالا

۴۴۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا شرعی جائزہ، ص ۲۱

۵۵۔ احسن الفتاویٰ، ۸/۲۷۶

۴۶۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا شرعی جائزہ، ص ۲۱

۴۷۔ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، ص ۲۶۱

۴۸۔ احسن الفتاویٰ، ۸/۲۷۶

۴۹۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا شرعی جائزہ، ص ۲۱

۵۰۔ اصول الفقہ الاسلامی، ۲/۸۳۱

۵۱۔ جدید فقہی مسائل، ۵/۴۹

۵۲۔ خلاصۃ الفتاویٰ، ۴/۳۶۱

۵۳۔ جدید فقہی مسائل، ۵/۵۱-۵۲

۵۴۔ ایضاً،۵/۵۳

۵۵۔ فقہی مضامین،ص۳۵۳

۵۶۔ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل،ص۲۵۴-۲۵۵

۵۷۔ فقہی مضامین،ص۳۵۳

۵۸۔ جدید فقہی مسائل،۵/۵۴

۵۹۔ البحر الرائق،۶/۱۸

۶۰۔ ردالمحتار،۵/۲۴۶

۶۱۔ البحر الرائق، ۶/۸۷؛ الھدایہ،۳/۴۵؛ مغنی المحتاج،۲/۱۱۲؛ المجموع، ۹/۲۴۱؛ الغزالی، محمد بن محمد، الوسیط، قاہرہ، دارالسلام، ۱۴۱۷ھ، ۳/۲۰؛ مواہب الجلیل شرح مختصر الخلیل،۴/۳۶۵؛ المغنی،۴/۱۷۷؛ الانصاف،۴/۲۷۷؛ ابن مفلح، ابراہیم بن محمد، المبدع، بیروت، المکتب الاسلامی،۱۴۰۰ھ،۴/۱۲

۶۲۔ جدید فقہی مسائل،۵/۵۷-۵۹

۶۳۔ اہم فقہی فیصلے،ص۱۲-۱۳

۶۴۔ سالانہ رپورٹ،۲۰۰۱ء،۲۰۰۰ء،اسلامی نظریاتی کونسل،ص۱۰۳-۱۴۴

۶۵۔ فقہی مضامین،ص۳۶۳